بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینۃ المسیح

ٹیلیفون نمبر ۳۰ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل
خطبہ نمبر ۴۳
قادیان

یوم سہ شنبہ

نمبر ۲۷۹	۲۸ نومبر ۱۹۴۴ء	۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ	۲۸ ماہ نبوت ۱۳۲۳ ش	جلد ۳۲

قادیان ۲۶ ماہ نبوت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۷ بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت نزلہ اور زکام کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے خون کے دورہ میں نسبتاً کمی ہے۔ لیکن درد کی شکایت ہے صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے۔ حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ حرم اول سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت پہلے سے خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ افسوس میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے۔ گذشتہ رات نمونیہ کے اچانک حملہ سے دو تین گھنٹے بیمار رہ کر ۷۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آج قبل از نماز ظہر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور کندھا بھی دیا۔ اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ بوجہ خرابی صحت رخصت پر ہیں۔ تا اختتام رخصت ان کے قائمقام جناب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ہونگے۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے انگلش ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ اور ماسٹر قمر الدین صاحب

خطبہ جمعہ

زبان گو میری ہے مگر بلاوا خدا تعالیٰ کا ہے

تحریکِ جدید کے دورِ ثانی کا اعلان

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۴ ماہ نبوت ۱۳۲۳ ش / نومبر ۱۹۴۴ء

مرتبہ:۔ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج سے دس سال قبل اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل اور اپنے کرم سے ایک فتنہ جماعت کے خلاف اٹھوایا تھا۔ تھا تو وہ فتنہ۔ مگر الٰہی منشاء اس کے اٹھائے جانے میں یہ تھی۔ کہ اس کے ذریعہ سے

جماعت میں بیداری اور ہوشیاری

پیدا ہو۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

یعنی مسلمانوں کے لئے جو بلا بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اس بلا کے نیچے اللہ تعالےٰ اپنے فضل اور احسان سے ایک بڑا خزانہ مخفی کر دیتا ہے۔ اس وقت بیٹھے بٹھائے بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی انگیخت ہو۔ احرار نے

تمام پنجاب میں پروپیگنڈا

کرکے قادیان میں ایک بہت بڑا جلسہ کرنے کی تیاری کی۔ اور بڑے زور شور سے اعلان کیا۔ کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ بلکہ بعض نے یہاں تک کہا کہ وہ مقبرہ بہشتی اور ہمارے دوسرے مقدس مقامات پر حملہ کرینگے۔ ایسے موقعہ پر قدرتی طور پر جماعت کو

خود حفاظتی کی ضرورت

تھی۔ اور نظارت امور عامہ نے جماعت کے دوستوں کو اطلاع دی۔ کہ وہ اس موقعہ پر قادیان جمع ہوں۔ اور اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کا فرض ادا کریں۔ یہ ایک جائز بات تھی۔

قادیان ہمارا مقدس مقام ہے

نہ کہ احرار کا۔ قادیان ہمارا مرکز ہے نہ کہ احرار کا۔ اور اس لئے اگر کسی شخص کو قادیان آنے کا حق ہے۔ تو وہ احمدی ہے۔ کسی دوسرے شخص کا یہ مذہبی حق نہیں۔ مگر اس وقت کی پنجاب گورنمنٹ نے یہ نرالا طریق اختیار کیا۔ کہ باوجود اس کے کہ وہ اطلاع جو نظارت کی طرف سے احمدیوں کو قادیان میں جمع ہونے کی دی گئی تھی۔ حکومت کی طرف سے یہ یقین دلائے جانے پر کہ وہ حفاظت کا انتظام پوری طرح کریگی منسوخ کر دی گئی تھی۔ اور جماعتوں کو لکھ دیا گیا تھا۔ کہ ان کے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ اچانک کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت حکومت کی طرف سے مجھے یہ نوٹس دیا گیا۔ کہ قادیان میں جماعت کے آدمیوں کو بلانے کی آپ کو اجازت نہیں۔ یہ

بالکل نئی قسم کی چیز

تھی۔ یہ بالکل ایسی ہی بات تھی جیسے کسی کے ماں باپ کو یا بچے کو لوگ مار رہے ہوں۔ اور گورنمنٹ مارنے والوں کو تو کچھ نہ کہے۔ مگر جسے مارا جا رہا ہے۔ اس کے رشتہ داروں کو حکم دیدے کہ تم اپنے گھروں سے باہر مت نکلو۔ غرض اس وقت پنجاب بلکہ سارے ہندوستان میں ہمارے خلاف فضا مکدر ہو چکی تھی۔ اور گورنمنٹ اور رعایا ملکر احمدیت کو کچلنا چاہتے تھے۔

یہ حالات دیکھ کر مجھے اس امر کا احساس ہوا کہ یہ نتیجہ ہے اس امر کا کہ ہم نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہے۔ اور ہمیں قلیل التعداد اور تھوڑے سمجھ کر جو چاہتا ہے ہم پر ظلم کرنیکے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ تب

خدا تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالا

کہ تبلیغ کے کام کو وسیع کرنا چاہیئے۔ اور جماعت کی قوت اور شوکت کو بڑھانے کے لئے ہر قسم کے سامان جمع کرنے چاہئیں۔ اس خیال کے ماتحت دس سال پہلے میں نے ایک تحریک جاری کی جس کا نام اب تحریک جدید مشہور ہو چکا ہے۔ اس تحریک کے کرنیکے وقت خود میرے دل میں اسکی پوری اہمیت نہ تھی۔ اور نہ ہی کام کی وسعت کا اندازہ تھا۔ میں نے نوجوانوں کو پکارا۔ کہ وہ آگے آئیں۔ بغیر اسکے کہ کوئی خاص تعداد میرے ذہن میں مستحضر ہو۔ جماعت کے نوجوانوں نے دلیری سے آگے بڑھ کر میری اس آواز پر لبیک کہا۔ پھر میں نے جماعت کے آسودہ حال لوگوں کو پکارا۔ کہ وہ اپنے روپوں کو پیش کریں اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے باوجود اسکے کہ میں نے کل

۲۷ ہزار کا مطالبہ

کیا تھا۔ اور وہ بھی تین سال میں مگر جماعت نے پہلے ہی سال ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ پیش کر دیا۔ اور تین سال میں بجائے ۲۷ ہزار کے چار لاکھ کے قریب جمع کر دیا۔ اور جوں جوں یہ کام وسیع ہوتا جاتا ہے اس کی اہمیت بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ اس تحریک کے

پہلے دور کی میعاد

دس سال تھی۔ اور یہ اس دور کا آخری مہینہ ہے۔ اور اسکے ساتھ پہلے دور کی میعاد پوری ہو جائے گی۔ اس دور میں اللہ تعالےٰ نے جماعت کو جس قربانی کی توفیق دی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے اس عرصہ میں جو چندہ اس تحریک میں دیا۔ وہ

۱۳-۱۴ لاکھ روپیہ

بنتا ہے۔ اور اس روپیہ سے جہاں ہم نے اس دس سال کے عرصہ میں ضروری اخراجات کئے ہیں۔ وہاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک ریزرو فنڈ بھی قائم کیا ہے۔ اور اس ریزرو فنڈ کی مقدار ۲۸۰ مربع زمین ہے۔ اس کے علاوہ ابھی ایک سو مربع زمین ایسی ہے جس میں سے کچھ حصہ کے خریدنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کچھ حصہ گو خریدا تو گیا ہے۔ مگر اس پر ابھی قرض ہے۔ اسے اگر شامل کر لیا جائے تو

کل رقبہ ۳۸۰ مربع

ہو جاتا ہے۔ اگر پنجاب کی زمینوں کی قیمتوں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ایڈیٹر - غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوایا اور قادیان سے شائع کیا۔

پر قیاس کیا جائے۔ تو یہ تمام زمین قریباً ستر اسی لاکھ روپیہ کی ہوتی ہے۔ مگر آج کل سندھ میں زمین کی جو قیمتیں ہیں۔ ان کے لحاظ سے بھی یہ جائیداد

۲۵-۲۶ لاکھ روپیہ

کی ہے۔ جو ہمارے قبضہ میں آچکی ہے۔ یا خریدی گئی ہے۔ یا جس کے بیعانے دیئے جاچکے ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ نے اس عرصہ میں جہاں ہمیں کام کے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ وہاں

ریزرو فنڈ

کے قائم کرنے کی بھی توفیق بخشی۔ مگر جو کام ہمارے سامنے ہے۔ اس کے لحاظ سے یہ ریزرو فنڈ ابھی اتنا بھی نہیں۔ جیسے سمندر کے مقابلہ میں قطرہ ہوتا ہے۔ بہت بڑا کام ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم پر بہت بڑی بڑی ذمہ واریاں ہیں۔ اس دوران میں تحریک جدید کے ماتحت ہمارے مبلغ جاپان میں گئے۔ تحریک جدید کے ماتحت چین میں مبلغ گئے۔ تحریک جدید کے ماتحت سماٹرا اور جاوا میں مبلغ بھیجے گئے۔ سنگاپور میں گئے۔ اور اس تحریک کے ماتحت خدا تعالےٰ کے فضل سے سپین۔ اٹلی۔ ہنگری۔ پولینڈ۔ البانیہ۔ یوگوسلاویہ اور امریکہ میں بھی مبلغ گئے اور افریقہ کے بعض ساحلوں پر بھی اسی تحریک کے ماتحت مبلغ گئے۔ اور ان مبلغین کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے

ہزاروں لوگ

سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اور سلسلہ سے لاکھوں لوگ روشناس ہوئے۔ اور دنیا کے دور دراز کناروں تک اس تحریک کے ماتحت احمدیت کا نام اور اس کی شہرت پہنچی تحریک کے شروع میں جو مبلغ لئے گئے وہ ہنگامی طور پر لئے گئے تھے۔ ان کی تبلیغی تعلیم پوری نہ تھی۔ الاماشاء اللہ اور ان مبلغین میں سے بعض اس وقت لاپتہ ہیں۔ مثلاً مولوی محمد الدین صاحب جو البانیہ سے افریقہ بھیجے گئے تھے۔ راستہ میں وہ جہاز جس میں وہ سفر کر رہے تھے۔ غرق ہوگیا۔ اور اب بھی پتہ نہیں۔ کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ اور اگر زندہ ہیں۔ تو اسوقت کہاں ہیں۔

تحریک جدید کے بعض مبلغین

اسوقت دشمن کے ملکوں میں قید ہیں۔

مثلاً سٹریٹ سیٹلمنٹس میں ہمارے مبلغ مولوی غلام حسین صاحب ایاز تھے۔ جاوا سماٹرا میں مولوی شاہ محمد صاحب اور ملک عزیز احمد صاحب گئے تھے۔ اور یہ تینوں اسوقت جاپانیوں کی قید میں ہیں۔ تو گویا یہ تین قید ہیں اور ایک اسوقت تک لاپتہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس دس سال کے عرصہ میں سلسلہ کو خاص ترقی دی۔ اور احمدیت کا نام اور اسکی شہرت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ اور یہ ایک ایسی غیر معمولی کامیابی ہے۔ کہ جسکی مثال ہمارے سلسلہ کے دور خلافت میں نہیں ملتی۔ مگر یہ کام اس قسم کا نہیں۔ کہ آج ہی ہم اسے ختم کردیں بیشک ہمنے ایک ریزرو فنڈ تو قائم کیا ہے مگر کام کی وسعت کے مقابلہ میں یہ بہت ہی کم ہے۔

سندھ میں زمینداری کا کام

ابھی نیا نیا ہے۔ اور یہ کام کرانیوالے بھی ابھی نئے ہیں۔ اور زمیندارہ کام سے ناواقف ہیں۔ بلکہ کام کرنے والے بھی ابھی ناواقف ہیں۔ اسلئے وہاں زمین کی آمد ابھی پنجاب کی زمینوں کی آمد کی نسبت دسواں بیسواں حصہ بھی نہیں۔ اور اسوقت کل آمد پچاس ساٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ نہیں۔ اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ زمین کا کچھ حصہ ابھی ایسا ہے۔ جسکی قیمت بھی ابھی ادا کرنی ہے۔ کچھ قرضے بھی ہیں۔ اور اندازہ ہے کہ جب ساری زمین پوری طرح آزاد ہوجائیگی اور قرضے وغیرہ اتر جائیں گے تو لاکھ سوا لاکھ روپیہ تک آمد ہوسکیگی۔ ابھی چار لاکھ روپیہ کے قریب بار اس زمین پر ہے۔ گو کچھ روپیہ ہمارے پاس محفوظ بھی ہے۔ مگر اسے نکال کر بھی دو اڑھائی لاکھ روپیہ کے قریب رقم قرضہ کی ہے۔ اور ہم نے ادا کرنا ہے۔ اور اس عرصہ میں جو اخراجات ہوں گے۔ وہ علاوہ ہیں۔

جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں۔ ہمارے سامنے جو کام ہے۔ وہ بہت بڑا ہے۔ اور ہماری ذمہ واریاں بہت زیادہ ہیں۔ ابھی تک ہم ہندوستان سے باہر تبلیغ کی طرف بہت تھوڑی توجہ دے سکے ہیں۔ کیونکہ اس کیلئے ابھی مبلغ تیار نہیں ہوسکے۔ مگر پھر بھی اسوقت تحریک کا ستر اسی ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہے اس کے علاوہ اب

بعض نئے کام

بھی جاری کئے گئے ہیں۔ ان کے اخراجات علاوہ ہیں۔ اور یہ سب ملاکر ... کے قریب کل خرچ ہے اور پھر اس کام کو چلانے کیلئے الگ روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ قرضے جو ابھی ادا کرنے ہیں۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اور انہیں ادا کرکے ہی زمین کو آزاد کرایا جاسکتا ہے۔ پھر ریزرو فنڈ کو بڑھانے اور اسے مضبوط کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اور یہ سب کام ایسے ہیں۔ کہ ان کیلئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس عرصہ میں ہم نے تبلیغ کو وسیع کرنے کیلئے جو تیاری کی ہے۔ اس کے سلسلہ میں

چالیس کے قریب نوجوان ہیں

جو تیار کئے جارہے ہیں۔ ان میں سے بیس کے قریب تو ایسے ہیں۔ کہ جو اپنی تعلیم کو جلد ہی ختم کرنیوالے ہیں۔ اور بیس کے قریب ابھی ابتدائی تعلیم حاصل کررہے ہیں اور امید کیجاتی ہے۔ کہ تین چار سال میں اپنی تعلیم کو مکمل کرسکیں گے اور کام کے قابل ہوسکیں گے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی حکمت کے ماتحت یہ بات بھی سمجھا دی کہ

تحریک جدید کے ماتحت علماء کی تیاری

کا کام کسقدر اہم ہے۔ اور وہ اسطرح کہ اس عرصہ میں علمی لحاظ سے بعض ایسے صدمے پہنچے۔ کہ میں نے محسوس کیا۔ کہ اگر ہماری غفلت اسی طرح جاری رہی تو جماعت علماء سے محروم ہوجائیگی۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی وفات بھی اسی عرصہ میں ہوئی۔ اور پھر میر محمد اسحٰق صاحب فوت ہوگئے۔ اور اس طرح پرانی طرز کے علماء میں سے صرف مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب باقی رہ گئے۔ پہلے علماء میں سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی برہان الدین صاحب۔ مولوی غلام حسین صاحب مولوی برہان الملک صاحب مشہور عربی عالم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی تھے ان میں سے چار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر خلافت اولیٰ تک وفات پاگئے۔ ان کے بعد مولوی عبدالقادر صاحب مولوی برہان الملک صاحب۔ قاضی امیر حسین صاحب۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حافظ روشن علی صاحب اور میر محمد اسحٰق صاحب باقی رہ گئے۔ اور اس عرصہ میں جماعت کی توجہ ایسے کاموں کی طرف رہی کہ اسے علماء پیدا کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔ اور اس نے ایسے علماء پیدا کرنے کا کوئی انتظام نہ کیا۔ جو ہر قسم کے دینی علوم کی تعلیم دے سکتے ہوں۔ اور اسوقت یہ حالت ہے۔ کہ اس قسم کے علماء میں سے صرف ایک باقی ہیں۔ یعنی سید محمد سرور شاہ صاحب۔ اور وہ بھی اب نہایت ضعیف العمر ہوچکے ہیں۔ اسوقت ان کی عمر ستر سال کے قریب ہے۔ جس طرح حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ کہ ایک مدرسہ قائم کیا جانا چاہئیے جہاں ان علماء کے جانشین تیار ہوسکیں۔ اور آپ نے مدرسہ احمدیہ جاری کرایا۔ اسیطرح میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات کے بعد مجھے یہ احساس ہوا۔ کہ جماعت میں علماء کی

تیاری کا کام

بہت تیزی سے ہونا چاہئیے۔ اگرچہ جامعہ احمدیہ موجود ہے۔ اور اس میں بہت سے نوجوان مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کرتے تھے۔ مگر اس زمانہ کے مولوی فاضل پاس اور پرانی طرز کے علماء میں بہت بڑا فرق ہے۔ مولوی فاضل کا امتحان ایک خاص قسم کا نصاب پڑھکر دیا جاسکتا ہے۔ مگر اسے پاس کرکے کوئی شخص ایسا عالم نہیں ہوسکتا کہ ہر قسم کی علمی مشکل کو حل کرنے کے قابل ہو بہت سی علمی کتابیں ایسی ہیں۔ کہ جنہیں نہ وہ پڑھتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کے پڑھنے کا ان کو موقعہ مل سکتا ہے۔ اور اس لئے جو علماء تیار ہورہے تھے۔ وہ درمیانی قسم کے تھے مگر کسی قوم کے دیگر اقوام پر غالب آنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس میں ایسے چوٹی کے علماء ہوں۔ جو ہر علم وفن کے ہر گوشہ میں مخالفین کو شکست دے سکیں۔ مثلاً فقہ کا علم ہے۔ اسکے ایسے علماء ہوں۔ جو فقہی لحاظ سے بھی احمدیت کے نقطۂ نگاہ کی فضیلت ثابت کرسکیں۔ پھر احادیث کا علم ہے۔ پرانی تفاسیر ہیں فلسفہ ہے۔ تو ہر فن کے ایسے علماء کا جماعت میں ہونا ضروری ہے۔ جو احمدیت کے نقطۂ نگاہ کی فضیلت ثابت کرسکیں۔ اور اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ احادیث۔

تفسیر۔ اور فلسفہ وغیرہ علوم

کے اعلےٰ درجہ کے ماہر علماء ہم میں موجود ہوں قرآن کریم کی ادبی شان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادبی شان کو ظاہر کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ صرف ونحو اور ادب میں اعلےٰ درجہ کا کمال رکھنے والے علماء ہم میں پائے جاتے ہوں۔ اور اس لئے ان علوم کی تکمیل کرانا انتہائی طور پر ضروری ہے۔ اسکے بغیر علمی لحاظ سے احمدیت کو دنیا میں غالب کرنا ممکن نہیں فرض کرو۔ ہمارا ایک مبلغ مصر جاتا ہے۔ وہاں جامعہ ازہر ہے۔ جو نہ صرف مصر بلکہ تمام دنیا میں علمی لحاظ سے ایک چوٹی کی جگہ ہے۔ وہاں ہمارا ایک مبلغ جائے اور ان علوم میں جو وہاں پڑھائے جاتے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

وہاں کے علماء کا مقابلہ نہ کرسکے۔ تو گو یہ تو صحیح ہے۔ کہ ہمیں مذہبی شکست تو نہ ہوگی۔ مگر مخالفین کو شور مچانے کا موقعہ تو ضرور مل جائے گا۔ اور یہ بات بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت سے محروم ہو جانے کا ذریعہ ہو جائیگی اسی طرح ہندوستان میں دیوبند ہے۔ جو علمی لحاظ سے کافی شہرت رکھتا ہے۔ اگر ہمارے علماء وہاں کے علوم سے واقف نہ ہوں۔ اور وہاں کے علماء کو ساکت نہ کرسکیں۔ تو وہاں کے علماء اپنے علمی غرور میں سچائی کو ماننے سے محروم رہ جائیں گے۔ اور ان کے ماننے والے بھی ہدایت نہ پاسکیں گے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ جو صداقت کو اس کے اصل معیار پر پرکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے صحابہ تھے۔ وہ لوگ نہ صرف ونحو سے واقف تھے۔ اور نہ دیگر ایسے علوم سے حدیث کے قواعد تو مدوّن ہی بعد میں ہوئے وہ تو صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ ہم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بات سنی۔ اور اسے آگے سنانا ہے۔ اس وقت تک اسناد وغیرہ کے متعلق پیچیدگیاں پیدا ہی نہ ہوئی تھیں۔ یہ تو سو دو سو سال بعد میں ہوئی ہیں۔ تو اصل

صداقت معلوم کرنے کے لئے

ان باتوں کی ضرورت نہیں۔ مگر جن لوگوں سے ہمارا مقابلہ ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ اور پھر وسعت نظر کے لئے بھی یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر قسم کے علوم سے مزین علماء اور چوٹی کے علماء جماعت میں موجود ہوں۔ اور میر محمد اسحٰق صاحب کی وفات نے میری زیادہ توجہ اس طرف پھیری کہ جماعت میں چوٹی کے علماء پیدا کرنے کے لئے زیادہ تیزی سے کام ہونا چاہیئے۔ گو اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ میں ایک سال پہلے سے ہی اس طرف توجہ کر رہا تھا۔ تعلیم کے طریق میں تبدیلی کرچکا تھا۔ مگر میر صاحب کی وفات پر اس طرف اور زیادہ توجہ ہوئی۔ اور دو درجن کے قریب طلباء کو میں نے اعلیٰ علوم کی تکمیل کے لئے مقرر کر دیا ہے

غرض اب جبکہ تحریک جدید کے پہلے دس سال کا دور ختم ہونے کو ہے۔ کام کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اگ مشکلات آگے سے بہت زیادہ واضح ہوچکی ہیں۔ چنانچہ جماعت کو بھی اس کا احساس ہو رہا ہے۔ اور بعض دوست مجھے لکھ رہے ہیں۔ کہ اس عرصہ میں ہمیں قربانی کی عادت ہوگئی ہے۔ اب یہ دَور ختم ہونے والا ہے ایسا نہ ہو کہ آئندہ ہم اس نیکی سے محروم ہو جائیں کسی نہ کسی صورت میں اس

قربانی کا دروازہ

جماعت کے لئے کھلا رہنا چاہیئے۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے۔ جو اپنے دلوں میں کہتے ہونگے کہ الحمد للہ ہمیں اس تحریک میں حصہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ اب دس سال پورے ہو رہے ہیں اور یہ تحریک ختم ہو جائے گی۔ اور ہمیں آرام کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور عجیب بات ہے کہ عین اس موقعہ پر جب تحریک جدید کے دس سال پورے ہونے کو ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جماعت کے خلاف بعض فتنے پیدا کر دیئے ہیں۔ جو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ جماعت کے بعض دوستوں کے دلوں میں سستی کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ ان فتن میں سے ایک تو یہ ہے۔ کہ احرار نے

پھر قادیان میں جلسہ

منعقد کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کی بنیاد اس امر پر رکھی۔ کہ میں نے دہلی میں کہا تھا کہ احراری قادیان میں آئیں اور جلسہ کریں حالانکہ یہ بات بالکل غلط تھی۔ اصل بات یہ تھی۔ کہ جب دہلی میں جلسہ ہوا۔ اور میں وہاں گیا۔ تو وہاں بعض لوگوں نے ہمارے خلاف سخت فتنہ اٹھایا۔ بہت سے پتھر مارے اور حملہ کر دیا۔ اور اس طرح کوشش کی۔ کہ جلسہ نہ ہوسکے۔ اور لوگ ہماری باتیں نہ سن سکیں۔ اس پر میں نے کہا۔ کہ یہ طریق بالکل غلط اور اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ ہماری باتیں سننے میں ان لوگوں کا کیا ہرج ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ حق ان کے پاس ہے تو پھر ہماری باتیں سننے سے ان کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ اور پھر میں نے یہ بھی کہا۔ کہ اگر یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ احمدی ہوئے ہیں۔ وہ اس وجہ سے ہوئے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی باتیں سننے کا ان کو موقعہ نہیں مل سکا۔ تو بے شک اپنے نقطۂ نگاہ کو احمدیوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ان کا کوئی عالم قادیان آئے۔ میں اس کا خرچ بھی خود دونگا۔ اور جماعت کے دوستوں کو جمع بھی کرا دونگا۔ تا وہ انہیں اپنی باتیں سنا سکے۔ اب ظاہر ہے کہ اس بات کا کہ جو آئے گا۔ اس کا خرچ میں دونگا۔ اور اسکی تقریر سننے کے لئے احمدیوں کو جمع کرا دونگا۔ یہی مطلب ہوسکتا ہے۔ کہ جو آئے گا وہ مجھے پوچھ کر آئے گا۔ اور مجھ سے دریافت کرے گا کہ آپ میری تقریر سننے کے لئے کب احمدیوں کو جمع کرسکیں گے آئے گا۔ میری بات کے یہ معنی تو کسی صورت میں بھی نہیں ہوسکتے کہ تمام ملک میں سے غیر احمدیوں کو قادیان پر یورش کرنے کی میں نے دعوت دی ہے۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ کہ غیر احمدی اکٹھے ہو کر قادیان آئیں۔ اور اپنے مولویوں کی تقریریں سنیں۔ بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ غیر احمدیوں کے کوئی بڑے مولوی اگر احمدیوں کو اپنی باتیں سنانے کے لئے آنا چاہیں۔ تو میں ان کا خرچ بھی برداشت کرونگا۔ اور ان کی باتیں سننے کے لئے احمدیوں کو جمع بھی کرا دونگا۔ غیر احمدیوں کو اپنے مولویوں کی باتیں سننے کے لئے قادیان آنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو ان کی باتیں دہلی میں بھی سن سکتے ہیں۔ لاہور میں بھی سن سکتے ہیں۔ امرتسر میں بھی سن سکتے ہیں۔ ان کو یہاں آکر سننے کی کیا ضرورت ہے۔ میری غرض تو یہ تھی۔ کہ

غیر احمدی علماء

کا اگر یہ خیال ہو۔ کہ جو لوگ احمدی ہوئے۔ وہ اس وجہ سے ہوئے ہیں۔ کہ ہماری باتیں سننے کا انہیں موقعہ نہیں مل سکا۔ تو وہ بے شک قادیان آکر اپنی باتیں احمدیوں کو سنائیں۔ میں ان کا خرچ بھی خود دونگا۔ اور یہ بات میں اب بھی کہتا ہوں کہ اگر ان کے کوئی بڑے عالم مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب یا مولوی شبیر حسین صاحب دیوبندی مجھے لکھیں۔ کہ وہ قادیان میں آکر احمدیوں کو اپنی باتیں سنانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے آنے پر غیر احمدیوں کا کوئی مظاہرہ یا جلسہ نہ ہوگا۔ تو میں انکا انتظام کر دونگا۔ اور ان کا خرچ بھی ادا کرونگا۔ اور میں خود گورنمنٹ سے بھی یہ کہونگا۔ کہ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اور اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں اجتماع احمدیوں کا ہوگا۔ صرف ایک دو مولوی صاحبان تقریر کرنے والے باہر سے آئیں گے۔ اور اس صورت میں فتنہ کا کوئی خوف نہیں۔ مگر میں نے تو کہا تھا۔ کہ اگر کوئی غیر احمدی عالم احمدیوں کو اپنی باتیں سنانے کے لئے قادیان آنا چاہے۔ تو بیشک آئے۔ میں اس کا خرچ بھی دونگا۔ مگر ان لوگوں نے سارے ہندوستان میں اعلان کیا کہ غیر احمدی کثرت سے قادیان پہنچیں۔ اور وہاں ہماری باتیں سنیں۔ حالانکہ غیر احمدیوں کو اپنے علماء کی باتیں سننے کے لئے قادیان آنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ یہ باتیں تو ہر جگہ سن سکتے ہیں۔ کسی غیر احمدی عالم کے یہاں آنے کی غرض تو یہی ہوسکتی ہے کہ احمدیوں کو وہ باتیں سنائی جائیں۔ پس

میں اب بھی وہ بات کہتا ہوں

جو دہلی میں کہی تھی۔ کہ اگر کوئی غیر احمدیوں کا بڑا عالم یہاں آکر اپنی باتیں احمدیوں کو سنانا چاہے تو اس کا انتظام کر دونگا۔ اور اس کا خرچ بھی دونگا۔ اور گورنمنٹ سے بھی یہ کہہ دونگا۔ کہ اس کے یہاں آنے اور تقریر کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ اور وہ احمدیوں کے سامنے تقریر کرے تا اسے تسلی ہوسکے۔ کہ جن لوگوں نے احمدیت کو قبول کیا ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اور اچھی طرح موازنہ کرکے کیا ہے۔ اور اگر اس کا یہ خیال درست ہوگا۔ کہ جو لوگ احمدی ہوئے ہیں۔ وہ دھوکا کا شکار ہوئے ہیں۔ تو اس کی تقریر سننے والے احمدی خود بخود اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ تو اس تقریر کو سنکر ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہوں گے۔ غرض ان دونوں باتوں میں یعنی جو کچھ میں نے دہلی میں کہا۔ اور جو کچھ احرار نے میری طرف منسوب کیا۔

زمین و آسمان کا فرق

ہے۔ میں نے تو کہا تھا۔ کہ ان کے علماء قادیان میں آکر احمدیوں کو اپنی باتیں سنانا چاہیں۔ تو میں اس کا انتظام کر دونگا۔ مگر انہوں نے سارے ہندوستان میں یہ ڈھنڈورہ پیٹ دیا۔ کہ غیر احمدی جمع ہو کر قادیان چلیں۔ میں نے تو کہا تھا۔ کہ ان کی تقریر کے لئے انتظام میں کر دونگا۔ مگر انہوں نے خود ہی لوگوں کو جمع کرکے قادیان میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ قادیان ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس کی آبادی تیرہ چودہ ہزار سے زیادہ نہیں۔ اور اس میں احمدیوں کی آبادی قریباً دس ہزار ہوگی۔ تو ایک ایسی چھوٹی سی بستی میں چاروں طرف سے مخالفین کو اکٹھا کرکے لانا ایک ایسی بات ہے۔ کہ کون امید کرسکتا ہے کہ یہ فتنہ کا موجب نہ ہوگی۔ پھر ان لوگوں کی طرف سے اشتعال بھی دلایا جا رہا تھا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگ اس بات پر آمادہ ہو جاتے۔ کہ ہمارے مقدس مقامات پر حملہ کر دیں جیسا کہ پہلے ان کی طرف سے اس ارادہ کا اظہار بھی ہوچکا ہے۔ پس ان لوگوں نے جو کچھ کرنا چاہا وہ میری تجویز ہرگز نہ تھی۔ میں نے جو بات پیش کی تھی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس کے مطابق اگر یہ لوگ چاہیں۔ تو اب بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ وہ ایسی بات ہے۔ کہ جس پر گورنمنٹ کو بھی اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ اگر قادیان میں احمدی جمع ہوں۔ اور اس مجمع میں کوئی غیر احمدی مولوی تقریر کرے تو گورنمنٹ کو فساد کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے اجتماع کے انعقاد کے لئے میں بھی ان کے ساتھ ملکر گورنمنٹ سے اجازت لینے کی کوشش کرونگا۔ کیونکہ اس میں فتنہ کا کوئی خدشہ نہیں۔ مگر ان لوگوں نے

ایک نرالا ڈھونگ

رچایا۔ اور لوگوں کو اکٹھا کر کے قادیان پر یورش کرنا چاہی۔ اور جب گورنمنٹ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ تو شور مچا دیا۔ کہ احمدیوں نے ہمارا جلسہ بند کرا دیا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ سلسلہ کے ایک افسر نے اس بارہ میں ذمہ وار سرکاری افسر سے ملاقات کی تھی۔ مگر جب وہ ملا تو اس سرکاری افسر نے کہا۔ کہ میں تو دو روز ہوئے اس جلسہ کے بند کئے جانے کا حکم دے چکا ہوں۔ پس یہ بات غلط ہے۔ کہ ان کے جلسہ میں روک جو پیدا ہوئی وہ ہماری وجہ سے ہوئی۔ اور اس طرح یہ بات بھی غلط ہے۔ کہ ہمارے بعض جلسوں پر انہوں نے جو حملے کئے۔ پتھر پھینکے اور احمدیوں کو زخمی کیا۔ اس کی وجہ قادیان میں ان کے جلسہ کا بند کیا جانا ہے۔ کیونکہ دہلی میں تو ہمارا جلسہ قادیان میں ان کے جلسہ کے اعلان سے بھی بہت پہلے منعقد ہوا تھا۔ اور وہاں ہمارے جلسے پر ان لوگوں نے پتھر پھینکے اور حملے کئے تھے۔ پس ان کا یہ کہنا کہ لاہور اور امرتسر وغیرہ مقامات پر

سیرت النبیؐ کے جلسوں کے موقعہ پر

ان لوگوں نے جو حملے کئے ہیں۔ وہ قادیان میں ان کے جلسہ کو بند کرانے کا انتقام لیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ دہلی میں ہمارے جلسہ پر اس قدر سخت پتھراؤ کے بعد یہ کہنا کہ یہ قادیان میں ان کا جلسہ نہ ہونے دیئے جانے کا انتقام ہے۔ صریح جھوٹ ہے۔ پہلے ان لوگوں نے لدھیانہ میں ہمارے جلسہ کے موقعہ پر گالیاں دیں پتھر پھینکے اور سوانگ نکالے پھر دہلی میں ہمارے جلسے پر پتھراؤ کیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی جب آپ دہلی تشریف لے گئے۔ تو مخالفین نے سخت شور و شر کیا پھر امرتسر میں جلسہ کو روکا اور پتھر پھینکے۔ لاہور میں بھی اسی طرح کیا۔ یہ سب کچھ نصف صدی پہلے ان کے قادیان میں کونسے جلسہ کو روکے جانے کے انتقام کے طور پر کیا گیا تھا۔ اب بھی ان کے جلسہ کو اگر روکا۔ تو حکومت نے روکا۔ اور وہ اس لئے کہ اس سے فتنہ و فساد کی بو آتی تھی۔ مگر یہ لوگ تو ہمیشہ سے ہمارے جلسوں پر پتھراؤ کرتے آئے ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں جب میں سیالکوٹ گیا۔ تو میری تقریر کے وقت انہی مولوی عطاء اللہ صاحب کی انگیخت پر قریباً بیس ہزار کا مجمع پورا

ایک گھنٹہ اور پانچ منٹ

ہم پر پتھراؤ کرتا رہا۔ اور پھر ان پتھراؤ کرنے والوں کی بہادری یہ تھی۔ کہ جب مسٹر پوسٹس نے جو اس وقت وہاں ڈپٹی کمشنر تھے۔ حکم دیا کہ اگر پانچ منٹ تک یہ مجمع منتشر نہ ہوا۔ تو وہ پولیس کو حملہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو پانچ منٹ کے اندر اندر ہی یہ لوگ اس طرح جلسہ گاہ سے غائب ہو گئے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ پس ان لوگوں کا ہمارے جلسوں پر حملے کرنا کوئی نئی بات نہیں۔

ان فتنوں کے اس وقت اٹھنے میں

اللہ تعالےٰ کا منشاء

یہ ہے۔ کہ جماعت کو متنبہ کرے۔ کہ اپنے آپ کو امن میں نہ سمجھنا۔ فتنے ابھی موجود ہیں۔ اور دشمن احمدیت کو مٹانے کے لئے کھڑا ہے۔ اگر ان حالات سے جماعت آنکھیں بند کر لے۔ تو اس کی مثال وہی ہوگی۔ کہ جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور وہ کسی بہتر نتیجہ کی امید نہیں کر سکتی۔ پس یہ سامان اللہ تعالےٰ نے خود اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ تا دلوں سے غفلت کو دور کرے۔ اور ہماری سستیوں کے ازالہ کا سامان فرمائے۔ اور جیسا کہ اس سال کے شروع میں اس نے مجھے رویا میں دکھایا تھا کہ اسلام کے لئے جنگ کرنے میں مجھے دنیا میں دوڑنا ہوگا۔ اور جب میں دوڑونگا تو ان لوگوں کے لئے جنہوں نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دے رکھا ہے۔ دوڑنا لازمی ہوگا۔ بیعت کرتے وقت

ہاتھ میں ہاتھ دینے کے ایک معنے

یہ بھی ہوتے ہیں۔ کہ جس طرح ماں باپ جب تیز چلنے لگتے ہیں۔ تو بچہ کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تا وہ ساتھ ساتھ چل سکے۔ اسی طرح بیعت کرنے والا بھی ہاتھ میں ہاتھ دے کر ساتھ چلنے کا اقرار کرتا ہے۔ پس میں جب دوڑونگا۔ تو جن لوگوں نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی ہے ان کے لئے بھی لازمی ہوگا۔ کہ یا تو میرے ساتھ دوڑیں۔ اور یا پھر اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ اور جو شخص میرے ساتھ دوڑنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ گویا اپنی بیعت کے ناقص ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

یاد رکھو۔ کہ آج اسلام سے زیادہ کوئی مذہب

حقیر اور کمزور

نہیں۔ وہی طاقتیں جو کسی زمانہ میں اس کی قوت کا موجب تھیں۔ مثلاً ایران۔ افغانستان بخارا۔ مصر وغیرہ۔ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی ہیں کہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اگر مصر۔ مراکو۔ الجیریا۔ سوڈان۔ عرب۔ شام فلسطین۔ ترکی۔ بخارا۔ البانیہ۔ ایران۔ افغانستان سب ایک حکومت کے ماتحت ہوتے۔ تو دس بارہ کروڑ کی آبادی اس کی ہوتی۔ جیسے امریکہ کی ہے۔ اور اس صورت میں اس کی کوئی آواز بھی ہوتی۔ مگر اب تو ایسا وقت ہے۔ کہ شاید ان کی بات سننے کے لئے بھی کوئی تیار نہ ہوگا۔ نام کو تو یہ کئی حکومتیں ہیں۔ مگر چھوٹی چھوٹی اور ٹکڑے ٹکڑے ہونیکی وجہ سے ان کی کوئی آواز نہیں وہی حکومتیں جو آزادی کے نام پر جنگ کر رہی ہیں ان میں سے ایک نے ایران کو نوٹس دیا ہے۔ کہ اپنے تیل کے ذخائر ہمارے حوالے کر دو کیا یہی نوٹس کوئی انگلستان امریکہ یا روس کو دے سکتا ہے جس چیز کا ہزارواں حصہ اپنے بارہ میں مداخلت سمجھا جاتا ہے۔ اس بات کو دوسرے کمزور ہمسایوں کے بارہ میں حق اور جائز سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف کمزوری کا نتیجہ ہے۔

غرض آج مسلمانوں کا کوئی وقار دنیا میں نہیں۔ پھر علمی لحاظ سے بھی ان کا وجود مٹتا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے پرانے علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ پرانے علوم اب مٹتے جا رہے ہیں۔ اور اب مسلمانوں میں ان کے حصول کا شوق باقی نہیں رہا۔ مصر کی ازہر یونیورسٹی جو ان علوم کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ اس سے لوگوں کی دلچسپی بھی کم ہو رہی ہے۔ مصر میں بھی نئے علوم کی یونیورسٹیاں قائم ہو رہی ہیں اور ہوشیار طلباء زیادہ تر ان ہی میں داخل ہو رہے ہیں مسلمانوں میں اب تصوف بھی باقی نہیں رہا۔ پہلے تو تصوف کے یہ معنے تھے کہ تصوف کی گدی پر بیٹھنے اور اس رستہ پر چلنے والا اللہ کی ڈیوڑھی کا دربان ہوتا تھا۔ مگر آج صوفی کے معنے دنیا کے پیسوں کا رکھوالا کے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت اب ان کے ساتھ نہیں رہی۔ اور صوفی کہلانے والے توکل کے مقام سے بہت دور ہیں۔ اور اب صوفیوں میں عام دنیا داروں والی باتیں پائی جاتی ہیں۔ مولوی امام الدین صاحب مرحوم جو قاضی اکمل صاحب کے والد تھے۔ ان کو تصوف کی باتوں کا بہت خیال رہتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ مجھ سے سوال کیا کرتے تھے۔ کہ پرانے صوفیاء کی مجالس میں جو باتیں ہوتی تھیں۔ وہ یہاں نہیں ہیں۔ کبھی عرش پر سجدے اور کبھی عرش پر خدا تعالےٰ سے باتیں ہوتی تھیں۔ یہ کمالات یہاں بھی دکھائے جائیں۔ میں ان کو جواب دیا کرتا تھا۔ مگر ان کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن خدا تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالا۔ اور میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ بادشاہ کے نوکر کو کبھی یہ بھی فکر ہو سکتا ہے۔ کہ اسے کھانا کہاں سے ملیگا۔ وہ تو جانتا ہے کہ جہاں سے بادشاہ کیلئے آئیگا۔ اس کیلئے بھی آجائیگا۔ اگر ان صوفیاء میں جنکی مجالس کے قصے آپ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پر حقیقی توکل ہو۔ تو انہیں کوئی ذاتی ہوس نہ ہو۔ اور دنیا کی محبت ان کے قلوب سے سرد ہو جائے۔ آپ جن صوفیاء کا ذکر کرتے ہیں کیا آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان میں حقیقی توکل پایا جاتا ہے۔ اور کیا انہیں اللہ تعالےٰ پر ایسا ایمان ہے۔ کہ وہ خود ان کا کفیل ہوگا۔ اور کہ انہیں بندوں کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اس پر ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ اور انہوں نے کہا کہ بس اب میں سمجھ گیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے ایک استاد تھے اور جب بھی میں اس قسم کے سوالات کرتا تھا۔ تو مجھے انہی کا خیال آیا کرتا تھا۔ مگر ان کی عادت یہ تھی کہ جب غلہ نکلنے کا موسم آتا۔ تو وہ زمینداروں سے کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا بھی خیال رکھنا تو آج صوفیاء میں حقیقی توکل نام کو باقی نہیں رہا۔ کئی ایسے ہیں جو تصوف کی آڑ میں ٹھگ بنے پھرتے ہیں اور لوگوں کے زیورات اور نقدی وغیرہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹھگ کر لے جاتے ہیں۔ آج مسلمانوں میں نہ ظاہری شان و شوکت ہے۔ نہ علوم ظاہری ہیں۔ اور نہ تصوف۔ ہر لحاظ سے ان پر ایک جمود کی حالت طاری ہے۔ دیکھو عیسائیت کتنا جھوٹا مذہب ہے۔ وہ ایک بندے کو خدا بناتا ہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مگر ان کے پادری کس جوش سے کام کرتے ہیں کہیں وہ لوگوں کو علوم سیکھنے کی تحریک کرتے ہیں کہیں لوگوں کو علوم سکھاتے ہیں۔ کہیں غرباء کی خدمت کرتے ہیں۔ کہیں بیماروں کا علاج کرتے ہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مصائب اور مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔ اور ان میں ایک

استغناء کا رنگ

نظر آتا ہے۔ ایک وقار پایا جاتا ہے۔ مگر ان کے مقابل مسلمان مولویوں کی کیا حالت ہے۔ الاماشاءاللہ۔ ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر باقی سب میں بددیانتی پائی جاتی ہے۔ میں نے بچپن میں ایک دفعہ دیکھا۔ کہ رام باغ امرتسر میں ایک مولوی صاحب جا رہے تھے۔ اور پیچھے پیچھے ایک غریب آدمی ان کی منتیں کرتا جاتا تھا۔ اور وہ مولوی صاحب اسے جھڑکتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے۔ آخر مولوی صاحب آگے نکل گئے۔ اور وہ بیچارہ پیچھے رہ گیا۔ اور میں نے اس سے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا۔ کہ میں مزدوری کرتا ہوں۔ مزدوری سے ہی تھوڑے تھوڑے پیسے بچا کر ان مولوی صاحب کے پاس جمع کراتا گیا۔ کہ شادی پر خرچ کروں گا۔ اب سو یا دو سو روپیہ جمع ہو گئے۔ تو میں نے ان سے واپس مانگے۔ مگر اس پر یہ مجھے گالیاں دیتے اور جھڑکتے جاتے ہیں۔ اور میری رقم دینے سے انکار کرتے ہیں۔ تو ان لوگوں میں سے

دیانت اور امانت

بالکل مٹ گئی ہے۔ اور ایسے حالات میں آج اسلام جس مدد کا محتاج ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ جس قدر مدد کا محتاج آج اسلام ہے۔ اور کوئی مذہب نہیں۔ فرض کرو۔ اگر عیسائیت دنیا میں غالب آجائے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ خدا تعالیٰ کا نام دنیا سے مٹ گیا۔ بدر کے موقع جب مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ یعنی وہ تین سو کے قریب تھے۔ اور کفار کا لشکر بہت زیادہ تھا۔ اور بظاہر مسلمانوں کے غلبہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی۔ کہ اے اللہ اگر آج یہ مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ وہی حال آج احمدیت کا ہے۔ اگر یہ غالب نہ آئے۔ اگر

احمدیت کا درخت

مرجھا کر رہ گیا۔ تو دنیا میں خدا تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ پس چاہیئے۔ کہ ہمارے سامنے خواہ کس قدر مشکلات ہوں۔ ہم اپنے خون کے آخری قطرہ تک کو خدا تعالیٰ اور اسلام کی راہ میں بہا دیں۔ اور اگر ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم اس قربانی سے ہچکچاتے ہیں۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں کوئی تامل ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمارا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا محض ایک دکھاوا ہے۔ فریب ہے۔ مکاری ہے۔ اور دغابازی ہے۔ دنیا میں لوگ انسانوں سے دھوکا کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے فریب کرتے ہیں۔ اور دغابازی سے کام لیتے ہیں۔ اور شریف لوگ ایسے لوگوں کو ادنیٰ اخلاق کا اور بہت گرا ہوا سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس وقت خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک نہ کہینگے اگر اسلام کے لئے قربانی کرنے سے ہچکچائیں گے۔ تو ہم ان لوگوں سے بھی گئے گذرے سمجھے جائینگے جو ایک دوسرے سے دھوکا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ باوجود اپنے گرے ہوئے اخلاق کے اپنے لیڈروں کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ ہم اگر

خدا تعالےٰ کی آواز

پر بھی لبیک نہ کہیں۔ تو ہم سے وہ دنیادار لوگ ہی اچھے ہوں گے۔ اور یہ ایک ایسا بدترین مظاہرہ ہوگا۔ جو ہمیں انسانیت کے درجہ سے گرا کر حیوانیت کے درجہ پر پہنچا دیگا۔ بے شک قربانیوں کا رستہ لمبا ہوتا جاتا ہے۔ مگر اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ جب تک کوئی قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اسے قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قربانی کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ اور جس دن کوئی قوم یہ چاہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس سے قربانی کا مطالبہ نہ کرے۔ اسکو ابتلا میں نہ ڈالے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ وہ چاہتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اسے چھوڑ دے۔ قربانی کے مطالبہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اسے یاد کر رہا ہے۔ اور جو شخص قربانی کے دروازہ کے بند کئے جانے کا خیال بھی دل میں لاتا ہے۔ وہ ایمان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ جو امید رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قربانی کے دروازہ کو بند کر دے۔ وہ گویا دعا کرتا ہے۔ کہ اے خدا مجھے چھوڑ دے۔ اے خدا مجھے بھول جا اے خدا مجھے کبھی یاد نہ کر۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی دعا کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔

مومن کا جواب

تو قربانی کے ہر مطالبہ پر وہی ہوتا ہے۔ اور وہی ہونا چاہیئے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شعر میں بیان فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسے کہ لاف تعشق زند منم

یعنی اگر یہ فیصلہ ہو جائے۔ کہ یار کے کوچہ میں ہر عاشق کا سر کاٹ دیا جائیگا۔ تو اس فیصلہ کو سننے کے بعد جو سب سے پہلے یہ کہے گا۔ کہ میں عاشق ہوں۔ وہ میں ہوں گا۔ خوب یاد رکھو کہ موت ہی میں در اصل زندگی ہے۔ اور قربانی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا۔ کہ اسے شمار کرنا مشکل ہوگا۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی نسل کو تباہ کر دینا چاہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ تو اپنے بیٹے کو میری راہ میں قربان کر دے۔ تو آپ نے کہا۔ اے میرے رب میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے ان سے فرمایا۔ کہ میں تیری نسل کو کبھی نہ مرنے دوں گا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو سب نبیوں سے بلند تر ہے۔ پھر یہ دعا کیوں سکھائی گئی۔ کہ اللّٰھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم۔ اس کے ہم اور معنے بھی کرتے ہیں۔ مگر ایک معنے اس کے یہ بھی ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ میں تیری نسل کو کبھی فنا نہ ہونے دوں گا۔ سو درود میں آپ کا نام شامل کر کے اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو یاد دلا رہا ہے۔ کہ جو اس کا ہو جاتا ہے۔ وہ کس طرح اسے ہمیشہ کے لئے قائم کرا دیتا ہے۔

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے

کہ ایک دفعہ تو تم نے بے چکھے چکھا تھا۔ مگر اب کہ تم اسے چکھ چکے ہو۔ اسے چکھنے کے بعد ایک بار پھر چکھو۔ ایک مٹھائی کو تم نے پہلے بغیر چکھنے کے چکھا تھا۔ مگر اب کہ تم اس کے مزے سے آشنا ہو چکے ہو۔ ایک دفعہ اسے اور چکھو۔ اسی طرح میں کہتا ہوں۔ کہ تحریک جدید کا پہلا دور تو ایسا ہی تھا۔ کہ جیسے بغیر پہلے چکھنے کے کسی مٹھائی وغیرہ کو چکھنا۔ اس وقت تو کوئی علم نہ تھا۔ کہ یہ بیج جو ہم بو رہے ہیں۔ یہ کتنا بڑا درخت پیدا کریگا۔ مگر اب کہ تم دیکھ چکے ہو۔ کہ اس کے نتیجہ میں کتنا بڑا ریزرو فنڈ قائم ہو چکا ہے۔ اتنا بڑا کہ گو وہ اپنی ذات میں کتنا ہی حقیر ہو۔ مگر ہماری جماعت کی مالی حالت کے لحاظ سے اس کا ہم کبھی خیال بھی نہ کر سکتے تھے۔ پھر اس کے نتیجہ میں احمدیت کی تبلیغ اور اسکی شہرت

دنیا کے چاروں طرف

پھیل چکی ہے۔ ہماری تنظیم اس سے بہت زیادہ مضبوط ہو چکی ہے۔ جتنی دس سال قبل تھی۔ اور آج ہماری جماعت ہر لحاظ سے دس سال قبل کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی گنا اچھی ہے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ جو کام پہلے دور میں آپ لوگوں نے چکھے بغیر کیا تھا۔ وہی اب کہ اسکی لذت سے آپ لوگ آشنا ہو چکے ہیں۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ اور بھی زیادہ جوش کے ساتھ کریں۔ اور چونکہ کسی کام میں حصہ لینے کی طرف رغبت دلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ اس کام کی اہمیت بیان کر دی جائے۔ اس لئے میں مختصر طور پر اب یہ بتاتا ہوں۔ کہ وہ کام کیا ہے۔ جس سے ہم دنیا میں حرکت پیدا کر سکتے ہیں۔

تحریک جدید کا کام

تبلیغ کو منظم اور زیادہ وسیع کرنا ہے۔ میرے نزدیک تبلیغ کا کام تین حصوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔
(۱) تبلیغ بیرون ہند۔ (۲) تبلیغ اندرون ہند۔ (۳) مبلغ تیار کرنے والا انتظام۔ تبلیغ بیرون ہند کے کئی حلقے ہیں۔ ایک حلقہ ان میں سے اسلامی ممالک کا ہے۔ یہ ممالک اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ ہدایت ان تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ کہ انہی ممالک کے لوگوں کے ذریعہ اسلام پھیلا اور ہم تک پہنچا۔ ان ممالک میں آج جو لوگ بستے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد کا یہ احسان تھا۔ کہ انہوں نے اسلام کو پھیلایا۔ اور اس طرح وہ ہم تک پہنچا۔ اور اسلیئے ہمارا فرض ہے۔ کہ آج جب انکی اولادیں اسلام سے غافل ہو چکی ہیں۔ ہم پھر انہیں اسلام کی طرف لائیں اس حلقہ میں عراق۔ شام۔ فلسطین۔ مصر۔ ایران۔ لبنان (گو اس ملک میں عیسائی زیادہ آباد ہیں۔ مگر پھر بھی یہ

اسلامی تحریک کا مرکز

ہے) وغیرہ ممالک ہیں۔ ان ممالک میں کم سے کم دو دو مبلغ ہونے چاہئیں۔ ایک ایک ملک کے لئے دو دو مبلغ بہت ہی کم ہیں۔ دو مبلغ تو ضلع گورداسپور کیلیئے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ مگر فی الحال اگر ہم ان ممالک کے لئے دو دو مبلغ بھی رکھیں تا کم سے کم وہاں اسلام کی آواز اٹھتی رہے۔ تو بھی یہ بارہ مبلغ ہوئے۔ اس کے بعد ایک حلقہ افریقن ممالک کا ہے۔ ان میں سے اکثر میں اسلامی آبادی ہی زیادہ ہے۔ اور ان میں مسلمان بکثرت آباد ہیں۔ مثلاً سوڈان۔ نائیجیریا۔ گولڈ کوسٹ سیرالیون۔ آزاد علاقہ یعنی لائبیریا پانچ فرانسیسی علاقے بلجین کانگو اور پرتگیزی علاقے یہ کل بارہ علاقے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

409

کچھ عرصہ ہوا۔ میری توجہ اس طرف منعطف ہوئی۔ کہ ہمارے موجودہ مبلغ چونکہ اعلیٰ تعلیم پاتے ہیں۔ اور شہری تمدن رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ دیہات میں اور زمینداروں میں تبلیغ کا کام کما حقہٗ نہیں کر سکتے۔ دیہاتیوں میں تبلیغ وہی کر سکتا ہے۔ جو ان میں رہے۔ ان جیسا ہی تمدن رکھتا ہو۔ چنانچہ دیہات میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ وہ عام طور پر پٹواریوں۔ دیہاتی مدرسوں۔ اور نمبرداروں وغیرہ کے ذریعہ سے ہوئی ہیں۔ اور اب بھی جہاں کوئی

پٹواری یا مدرس

احمدی ہو۔ تھوڑی بہت جماعت بڑھتی رہتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے سامان بھی ایسے کر دیئے۔ کہ بہت سے پٹواری۔ دیہاتی مدرس اور نمبردار وغیرہ جماعت میں داخل ہو گئے۔ یہ لوگ چونکہ دیہاتیوں میں ہی رہتے اور ان سے ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اس لئے زیادہ کامیابی کے ساتھ ان کو تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ

دیہات کی تبلیغی ضرورت

کو پورا کرنے والے علماء تیار کئے جائیں۔ چنانچہ میں نے دیہاتی مبلغین کی سکیم تیار کی۔ دیہات میں تبلیغ کرنے والوں کو زیادہ منطق اور فلسفہ وغیرہ علوم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قرآن کریم کا ترجمہ تفسیر۔ کچھ حدیث کا علم اور کچھ فقہی مسائل کا علم ہونا کافی ہے۔ اور کچھ طب کا جاننا ضروری ہے۔ تا وہ تکلیف کے وقت دیہاتیوں کی مدد کر سکیں۔ اور خود بھی کچھ کما سکیں۔ دیہاتی مبلغین کی ہمیں کس قدر ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں اندازاً

تین سو اضلاع

ہیں۔ ہر ضلع میں اوسطاً چار تحصیلیں ہیں۔ اور ہر تحصیل میں کم و بیش پانچ سو دیہات ہیں۔ گویا ایک ضلع میں دو ہزار کے قریب دیہات ہیں۔ اور اس طرح ہندوستان بھر میں دیہات کی تعداد قریباً چھ لاکھ ہے۔ اور ریاستی علاقہ برطانی ہند کے ⅓ کے قریب ہے۔ اس لئے قریباً دو لاکھ گاؤں ریاستوں کے ہیں۔ اور انہیں شامل کر کے

ہندوستان کے کل دیہات کی تعداد

کم و بیش آٹھ لاکھ ہو جاتی ہے۔ اور اس لحاظ سے ابھی ہر جگہ مبلغ رکھنے کا تو ہم واہمہ بھی نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق دیدے۔ کہ وہ تبلیغ کے لئے باہر نکل جائے۔ موجودہ صورت میں تو اگر ایک ایک مبلغ کے سپرد پچاس پچاس گاؤں بھی کئے جائیں۔ تو بھی کم سے کم سولہ ہزار مبلغ درکار ہوں گے۔ اور ہم تو یہ بھی فی الحال نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ایک آدمی کا پچاس دیہات میں تبلیغی کام کرنا بہت مشکل ہے۔ ایک آدمی زیادہ سے زیادہ پندرہ سولہ دیہات میں کام کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم اعلیٰ پیمانہ پر کام نہ کر سکیں۔ تو اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ بالکل ہی نہ کریں۔ اس لئے فی الحال ہم سو دیہاتی مبلغوں سے بھی کام شروع کر سکیں۔ تو بھی بڑی بات ہے۔ ان کے ذریعہ اور جماعتیں پیدا ہوں گی۔ اور وہ اور بوجھ اٹھائیں گی۔ اور ان کے ذریعہ اور ہونگی اور آگے وہ بھی اور بوجھ اٹھائیں گی۔ اور اس طرح یہ سلسلہ خدا تعالیٰ چاہے۔ تو ترقی کرتا جائیگا۔ اور جوں جوں جماعت ترقی کرتی جائے گی۔ یہ بنیاد مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔ اور جتنی جتنی بنیاد مضبوط ہوتی جائے گی۔ اتنی اتنی ہی عمارت اونچی ہوتی جائیگی۔

اب ان کاموں کے

اخراجات کا اندازہ

سن لیں۔ جو قلیل ترین اخراجات کا ہے۔ بیرونی ممالک کے لئے جو ۱۰۶ مبلغ ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے اگر سات سو روپیہ ماہوار سفر خرچ اور لٹریچر کے خرچ کو شامل کر کے رکھا جائے۔ جو بہت ہی تھوڑا ہے۔ تو یہ خرچ ۷۴ ہزار دو سو روپیہ ماہوار ہوگا اور سال کا یہ خرچ آٹھ لاکھ نوّے ہزار دو سو روپیہ ہوگا۔ اور ۱۰۶ مبلغ جو ریزرو میں گے۔ اور جن سے پہلے گروپ کا تبادلہ ہوتا رہے گا۔ ہندوستان میں چونکہ خرچ تھوڑا ہوتا ہے۔ اور انہیں سفر بھی کم کرنا پڑیگا۔ گو ان سے بھی ہندوستان میں کام لیا جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے اگر دو سو روپیہ ماہوار خرچ رکھا جائے۔ تو ان پر کل خرچ ۲۱۲۰۰ روپیہ ماہوار ہوگا۔ گویا ان پر سالانہ خرچ دو لاکھ ۵۴ ہزار چار سو روپیہ ہوگا۔ مدرسین میں سے ہر ایک کا خرچ بھی اگر دو سو روپیہ ماہوار رکھا جائے۔ تو بیس مدرسین کا ماہوار خرچ چار ہزار اور سالانہ ۴۸ ہزار ہوگا۔ ۳۶ طلباء میں سے ہر ایک کو اگر بیس روپیہ وظیفہ دیا جائے۔ تو ان وظائف پر سال بھر میں ۸۶۴۰ روپیہ صرف ہوگا۔ اس کے علاوہ دفتری اخراجات ہیں۔ نگرانی کے اخراجات ہیں۔ عملہ کے اخراجات ہیں۔ ڈاک تار وغیرہ کے اخراجات ہیں۔ اور یہ سب ملا کر میرا اندازہ ہے۔ کہ ان پر ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ خرچ آئے گا۔ اور اس طرح گویا کل خرچ ۱۳۹۸۷۰۰ روپیہ ہوگا۔ اور اتنے اخراجات سے ہم جو کام شروع کریں گے۔ اسکی حیثیت آٹے میں نمک کی ہوگی۔ ہم نے یہ جو اندازہ کیا ہے۔ یہ

قریباً ۲½ سو مبلغین

کا دیہاتی مبلغین اور مدرسین کو ملا کر ہے۔ مگر عیسائیوں کی ایک ایک سوسائٹی کے دس دس ہزار منّاد اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے کل مبلغین کی تعداد ۵۷ ہزار ہے۔ جن کے دو لاکھ کے قریب مددگار بھی ہیں۔ اور ہم نے ان سب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور دنیا بھر میں عیسائی مشنریوں کی کل تعداد کا اندازہ بیس لاکھ کے قریب ہے۔ ان کا ہی نہیں۔ حکومت کا اندازہ ہے۔ کہ ہندوستان میں چھ لاکھ کے قریب ہندو سادھو ہیں۔ جو ملک میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے مذہب کا مبلغ ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر اتنی بڑی تعداد کے مقابلہ میں ہم ۲½ سو مبلغ بھیج بھی دیں۔ تو اتنی بڑی تعداد سے ان کی نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ۲½ سو مبلغ بھیجنے کے لئے بھی ہمیں قریباً ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور بظاہر ہماری جماعت یہ بوجھ اٹھانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس کام کا فی الحال چوتھا حصہ بھی شروع کریں۔ تو بھی اسے شروع کرنے کے لئے ۳۴۹۶۷۵ روپیہ کی ضرورت ہے۔

مشرقی ممالک

میں اور افریقہ کے بعض ممالک ایسے ہیں۔ جن میں اخراجات یوروپین ممالک کی نسبت کم ہوتے ہیں۔ پھر افریقہ کے بعض علاقے ایسے ہیں۔ کہ جہاں کے احمدی کچھ عرصہ کے بعد تبلیغ کا کچھ خرچ خود بھی برداشت کر سکیں گے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے اگر ساڑھے تین لاکھ روپیہ کل اخراجات کی رقم سے کم بھی کر دیا جائے۔ تو بھی ۱۰۰۹۹۰۰ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر اس کا بھی نصف کیا جائے۔ پھر بھی قریباً پانچ لاکھ روپیہ سالانہ چاہیئے۔

اسی سلسلہ میں

ایک اور سوال

یہ ہے۔ کہ ابھی ہمارے پاس اتنے علماء تیار بھی نہیں ہیں۔ اس وقت ۲½ سو میں سے صرف چالیس آدمی ہمارے پاس ہیں۔ اور وہ بھی ابھی تیار ہو رہے ہیں۔ زیادہ مبلغ تیار ہونے میں ابھی تین چار سال اور لگیں گے۔ اور اس کے بعد اسی چھوٹی سکیم پر کام شروع کیا جا سکے گا۔ جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ پس جب تک پورے مبلغ تیار ہوں۔ اس وقت تک دو لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوگا۔ اس وقت تک ہم نے جو ریزرو فنڈ قائم کیا ہے۔ اسکی آمد اگر ایک لاکھ روپیہ سالانہ تک بڑھ جائے۔ تو پانچ سال میں کہیں جا کر وہ سابق قرض کو اتار سکے گی۔ پس اسکی آمد پر ہم ابھی کسی کام کا بوجھ نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ

دوست آگے آئیں

اور جس طرح تحریک جدید کے دس سالہ دور میں وہ ہر سال اپنے چندوں کو بڑھاتے گئے ہیں۔ اسی طرح آئندہ نو سالوں میں ہر پہلے سال کے چندہ کے برابر چندہ دیتے جائیں۔ یعنی گیارھویں سال میں اپنے نویں سال کے چندہ کے برابر دیں۔ بارھویں سال میں آٹھویں سال کے برابر۔ تیرھویں سال میں ساتویں سال کے برابر۔ چودھویں میں چھٹے سال کے برابر۔ پندرھویں میں پانچویں سال کے برابر۔ سولھویں میں چوتھے سال کے برابر۔ سترھویں میں تیسرے سال کے برابر۔ اٹھارھویں میں دوسرے سال کے برابر۔ اور انیسویں سال میں پہلے سال کے برابر چندہ دیں۔ (اسکے بعد موقعہ کے لحاظ سے پھر حالات پر غور کر کے فیصلہ کیا جائیگا) اس طرح ان کے چندہ کی رقم ہر سال بڑھنے کے بجائے کم ہوتی جائیگی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس نئے دور میں بعض لوگ حصہ نہ لے سکیں۔ بعض پنشنوں پر آ گئے ہوں۔ کچھ دوست وفات پا گئے ہوں گے۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے دور کی نسبت اب چندہ کم ہو۔ مگر ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت دی ہو۔ اور جو بڑھ کر حصہ لیں۔ وہ دسویں سال کے برابر ہی دیں۔ یا اس سے بھی بڑھا دیں۔ بہرحال ہر دوست جس سال کا چندہ دے کم سے کم اس کے مقابل کے سال کے چندہ کی رقم کے برابر دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ریزرو فنڈ پر کوئی بار نہ پڑے گا۔ اور وہ زیادہ مضبوط ہوتا جائے گا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دوسری تحریک میں یہ کرتا ہوں کہ

پانچ ہزار دوستوں کی ایک نئی جماعت

آگے آئے۔ جو اس تحریک میں حصہ لے جس طرح پہلے دور میں حصہ لینے والوں کے چندہ کی رقم ہر سال کم ہوتی جائے گی ان کے چندہ کی رقم ہر سال بڑھتی جائے گی۔ مگر ان نئے شامل ہونے والوں کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ ہر سال کم سے کم ایک ماہ کی آمد کے برابر چندہ دیں۔ اور پھر ہر سال اس میں اضافہ کرتے جائیں۔ اضافہ خواہ ایک آنہ بلکہ ایک پیسہ کا ہی ہو۔ مگر وہ اضافہ کرتے ضرور جائیں۔ پس آج میں یہ دو تحریکیں کرتا ہوں۔ دوست ان میں حصہ لیں۔ اور جب تک ہمارا ریزرو فنڈ مضبوط نہ ہو جائے اس طرح اس بوجھ کو اٹھائیں۔

امید ہے کہ سال ڈیڑھ سال میں اب

جنگ ختم

ہو جائے گی۔ چھ سات ماہ تک یورپ کی جنگ ختم ہو جانے کی امید ہے۔ اور اگر جرمنی کی طاقت کا خاتمہ ہو جائے۔ تو جاپان زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور اس طرح رستے کھل جائیں گے۔ اور ہمیں چاہیئے کہ اگلی جنگ جس کے سامان دنیا پیدا کر رہی ہے۔ اور جس کی خبر مجھے اللہ تعالیٰ نے دو سال ہوئے دیدی تھی۔ اور جو میں بیان بھی کر چکا ہوں۔ گو نام ظاہر نہیں کئے گئے۔ اور مخفی ہوئی موجود ہے۔ اس کے شروع ہونے تک کے درمیانی وقفہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور جتنا فائدہ اٹھایا جا سکے اٹھائیں۔

اس کے علاوہ میں نے

قرآن کریم کے تراجم کی تحریک

بھی کی ہے۔ ان سے تبلیغ کو بہت مدد ملے گی۔ مختلف زبانوں میں لٹریچر کا نہ ہونا تبلیغ کے رستہ میں بڑی روک تھی۔ جو خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو اب دور ہو جائیگی۔ ایک روک یہ بھی رہی ہے کہ ہم مبلغین کو صرف اتنا ہی خرچ دیتے ہیں کہ وہ کھانا کھا سکیں۔ انگلینڈ کے مبلغ کو خرچ اتنا ہی ملتا ہے کہ وہ روٹی کھا سکے یا مکان کی معمولی مرمت وغیرہ کرا سکے۔ کرایوں وغیرہ کے لئے کافی رقم نہیں دی جا سکتی۔ کہ سفر کرے اور اس طرح تبلیغ کے کام کو وسیع کرے۔ اور جب کوئی مبلغ دورہ نہ کر سکے تو جانے کا فائدہ ہی کیا۔ پھر تبلیغ کے لئے کافی لٹریچر چاہیئے۔ اور ہم اب تک وہ بھی مہیا نہیں کر سکے اب تک تو یہ حالت ہے کہ ہم صرف مبلغ بھیج دیتے ہیں۔ مگر تبلیغ کے لئے کافی سامان مہیا نہیں کرتے۔ گویا ہم صرف اسے اس لئے کسی بیرونی ملک میں بھیج دیتے ہیں کہ وہاں جا کر روٹی کھاؤ یہاں کی روٹی تمہیں ہضم نہیں ہو سکتی۔ اسلئے انگلستان میں جا کر کھاؤ یا امریکہ میں جا کر کھاؤ۔ گو امریکہ میں یہ حالت نہیں۔ وہاں کی جماعت مبلغ کے دورہ کے اخراجات برداشت کر لیتی ہے۔ مگر انگلینڈ میں ایسا نہیں۔ پس ضروری ہے کہ جو مبلغ بیرونی ممالک میں جائیں۔ ان کے لئے کافی رقم سفر خرچ کے لئے مہیا کی جائے۔ کافی لٹریچر مہیا کیا جائے۔ اور پھر سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان کی واپسی کا انتظام کیا جائے۔

ہر تیسرے سال مبلغ کو واپس بھی بلانا چاہیئے

اور پرانے مبلغوں کو بلانے اور نئے بھیجنے کے لئے کافی روپیہ مہیا کرنا ضروری ہے ابھی ہم نے تین نوجوانوں کو افریقہ بھیجا ہے۔ وہ ریل کے تھرڈ کلاس میں اور لاریوں میں سفر کریں گے۔ مگر پھر بھی ۱۷-۱۸ سو روپیہ ان کے سفر خرچ کا اندازہ ہے۔ اگر ہم یہ اندازہ کریں کہ ہر سال ۳۳ فی صدی مبلغ واپس بلائے جائیں گے۔ اور ۳۳ فی صدی ان کی جگہ بھیجے جائیں گے۔ اور ہر ایک کے سفر خرچ کا تخمینہ پندرہ سو روپیہ رکھیں۔ تو صرف یہی خرچ

ایک لاکھ روپیہ سالانہ

کا ہوگا۔ اور یہ صرف سفر خرچ ہے اور اگر مبلغین کو چار چار سال کے بعد بلائیں تو یہ خرچ پھر بھی ۷۵ ہزار روپیہ ہوگا۔ اور کم سے کم اتنے عرصہ کے بعد ان کو بلانا نہایت ضروری ہے۔ تا ان کا اپنا ایمان بھی تازہ ہوتا رہے۔ اور ان کے بیوی بچوں اور خود ان کو بھی آرام ملے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ

حکیم فضل الرحمن صاحب

کو باہر گئے ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے اور انہوں نے اپنے بچوں کی شکل بھی نہیں دیکھی جب وہ گئے تو ان کی بیوی حاملہ تھیں۔ بعد میں لڑکا پیدا ہوا۔ اور ان کے بچے پوچھتے ہیں کہ اماں ہمارے ابا کی شکل کیسی ہے؟ اسی طرح

مولوی جلال الدین صاحب شمس

انگلستان گئے ہوئے ہیں۔ اور صدر انجمن احمدیہ اس ڈر کے مارے ان کو واپس نہیں بلاتی کہ ان کا قائم مقام کہاں سے لائیں۔ اور کچھ خیال نہیں کرتی۔ کہ ان کے بھی بیوی بچے ہیں۔ جو ان کے منتظر ہیں۔ ان کا بچہ کبھی کبھی میرے پاس آتا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہتا ہے کہ میرے ابا کو واپس بلا دیں۔ پھر اتنا عرصہ خاوندوں کے باہر رہنے کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔ اور آئندہ نسل کا چلن بند ہو جاتا ہے۔ ایک اور مبلغ باہر گئے ہوئے ہیں۔ ان کے بچہ نے جو خاصہ بڑا ہے نہایت ہی دردناک بات اپنی والدہ سے کہی۔ انہوں نے کہا اماں دیکھو ہمارا فلاں رشتہ دار بیمار ہوا۔ تو اس کا بیٹا اسے پوچھنے کے لئے آیا تمنے ابا سے کیوں شادی کی۔ جو کبھی ہمیں پوچھنے بھی نہیں آیا۔ اس نے بچپن کی وجہ سے یہ تو نہ سمجھا کہ اگر یہ شادی نہ ہوتی تو وہ پیدا کہاں سے ہوتا اور اس طرح ہنسی کی بات بن گئی۔ مگر حقیقت پر غور کرو تو یہ بات

بہت ہی دردناک

ہے۔ اس کے والد عرصہ سے باہر گئے ہوئے ہیں اور ہم ان کو واپس نہیں بلا سکے۔ پس یہ بہت ضروری ہے کہ مبلغین کو تین چار سال کے بعد واپس بلایا جائے اور ایک مبلغ کو واپس بلانے پر اگر وہ تھرڈ کلاس میں سفر کرے۔ ڈیک پر یعنی کھلے میدان میں سوئے۔ ہزاروں میل لاریوں میں سفر کرے۔ تو بھی اس کا خرچ کم سے کم ہزار سو روپیہ ہوگا۔ اور اس کے قائم مقام کے جانے کا خرچ بھی اتنا ہی ہوگا۔ اگر چھوٹی سے چھوٹی سکیم بھی جاری کی جائے اور ہر چار سال کے بعد مبلغین کو تبدیل کیا جائے تو بھی ۷۵ ہزار روپیہ اس پر خرچ ہوگا۔ اور اگر اس سے کم عرصہ کے بعد تبدیلی ہو تو اس سے بھی زیادہ خرچ ہوگا۔ اور اس طرح اخراجات اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر جماعت خوشی اور ہمت کے ساتھ قربانی کے لئے تیار نہ ہو۔ تو انہیں پورا نہیں کیا جا سکتا۔

پس آج میں خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے تحریک جدید کے دور ثانی کا اعلان کرتا ہوں۔ اور پھر یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ علاوہ پرانے انصار کے نئے

پانچ ہزار دوست

اور آگے آئیں۔ جنہوں نے پہلے دور میں حصہ نہیں لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کم سے کم ایک ماہ کی آمد کے برابر حصہ لے پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ دوست

دعائیں

بھی کریں۔ ریزرو فنڈ کی مضبوطی کی کچھ مزید تجاویز جن میں سے بعض زرعی اور بعض صنعتی ہیں۔ میرے ذہن میں ہیں۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کو ایسے خادم دے جو دیانتداری اور محنت سے کام کرنے والے ہوں۔ اور ہمارے کاموں میں برکت دیتا جائے اس کے کہ وہ سونے میں ہاتھ ڈالیں تو وہ مٹی ہو جائے وہ مٹی میں بھی اگر ہاتھ ڈالیں تو وہ سونا بن جائے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا کرے۔ میں اللہ تعالےٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے جماعت کے دوستوں میں ہمت پیدا کرے گا۔ اور پھر جو کوتاہی رہ جائے گی اسے وہ اپنے فضل سے پورا کر دے گا۔ یہ اسی کا کام ہے۔ اور اسی کی رضا کے لئے میں نے یہ اعلان کیا ہے۔ زبان گو میری ہے مگر بلاوا اُسی کا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا سمجھ کر ہمت اور دلیری کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ رحم کرے اس پر جس کا دل بزدلی کی وجہ سے پیچھے ہٹتا ہے۔ آمین ✦

احباب جماعت کو عید مبارک

تحریک جدید کے دوسرے دور کے آغاز اور عید الاضحیٰ کی تحریک کا اجتماع نہایت مبارک فال ہے۔ عید قرباں جماعت کو اسلام کے لئے جانی و مالی قربانیوں کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے

[illegible] (منیجر)

Digitized By Khilafat Library Rabwah